Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
November 11, 2025

The Constitution of Medina and Human Rights: A Research Study on the Universal Principles of Religious Freedom and Interfaith Harmony in the Articles of the Charter of Medina

دستورِ مدینہ اور انسانی حقوق :آئینِ مدینہ کے آرٹیکلز میں مذہبی آزادی اور بین المذاہب ہم آہنگی کے آفاقی اُصولوں کا تحقیقی جائزہ

Prof Dr Hassan Mohi-ud-Din Qadri
Dean, Faculty of Law, Minhaj University, Lahore
Email: hasanqadri@mul.edu.pk

Abstract

This research study explores *"The Constitution of Medina and Human Rights"* with a focus on its universal principles of **religious freedom** and **interfaith harmony**. The Charter of Medina, formulated by the Prophet Muhammad ﷺ, is recognized as the first written constitutional document in human history that ensured coexistence among diverse religious and ethnic communities under one state. It provided legal protection to minorities and institutionalized equality, justice, and mutual cooperation centuries before the modern Universal Declaration of Human Rights.

Through analytical examination of key articles of the Charter—particularly Articles 20, 25, and 30–41—this paper highlights the Prophet's ﷺ establishment of civic equality, religious autonomy, and shared responsibility among Muslims, Jews, and other communities in Medina. It demonstrates how the Constitution of Medina prohibited discrimination, protected freedom of belief, and built a foundation for social peace and collective defense.

By comparing the Charter's provisions with modern human rights principles, the study concludes that the **Medinan model of governance** remains a timeless paradigm for **constitutional pluralism**, **interfaith coexistence**, and **universal human dignity**, offering enduring relevance to contemporary discussions on religious freedom and global human rights.

Keywords: Constitution of Medina, Human Rights, Religious Freedom, Interfaith Harmony, Islamic Governance, Minority Rights

انسانی معاشرت کا سب سے بڑا چیلنج ہمیشہ یہ رہا ہے کہ مختلف عقائد، ثقافتوں اور گروہوں کو ایک ایسی فضا فراہم کی جائے جہاں وہ باہمی احترام اور آزادی کے ساتھ رہ سکیں۔ مذہبی اختلافات اور فکری تنوع اکثر جنگ وجدال اور ظلم وزیادتی کا باعث بنے ہیں۔ تاہم تاریخ میں دستورِ مدینہ پہلی ایسی تحریری دستاویز ہے جس نے مذہبی آزادی اور بین المذاہب ہم آہنگی کو ریاستی سطح پر آئینی تحفظ فراہم کیا۔ دستورِ مدینہ محض ایک تاریخی دستاویز نہیں بلکہ ایک زندہ آفاقی منشور

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published: November 11, 2025

ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس دستور کے ذریعے اقلیتوں کے تحفظ، عقیدے کی آزادی اور مذہبی رواداری کے ایسے اصول وضع کیے جو جدید انسانی حقوق کے عالمی منشور سے کئی صدیوں قبل دنیا کے سامنے آئے۔ دستورِ مدینہ کے یہ اصول نہ صرف اس وقت کے معاشرے کے لیے انقلابی حیثیت رکھتے تھے بلکہ آج بھی عالمی سطح پر انسانی حقوق کے بنیادی مطالبات میں شامل ہیں۔ اس آرٹیکل میں دستورِ مدینہ کے دفعات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا جو انسانی برابری، آزادیِ مذہب اور بین المذاہب تعاون کو آئینی سطح پر مضبوط بناتی ہیں، جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ان کی عصری معنویت کس طرح آج بھی عالمی مباحث کو روشنی فراہم کرتی ہے۔

1۔ مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے آئینی اُصول

آرٹیکل نمبر 20 میں ہے:

«وَإِنَّهُ مَنْ تَبِعَنَا مِنْ يَهُودَ فَإِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالْأُسْوَةَ غَيْرَ مَظْلُومِينَ وَلَا مُتَنَاصَرِينَ عَلَيْهِمْ»(1).

اور یہود میں سے جو بھی ہمارے معاہدے پر عمل درآمد کرے گا اس کی مدد کی جائے گی اور اس کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے گا۔ ان (یہود) پر ظلم اور ناانصافی ممکن نہ ہوگی اور نہ ہی ان کے خلاف کسی (دشمن) کی مدد کی جائے گی۔ (اس دستور کے تحت ہر وفادار شہری کو معاشی، معاشرتی اور قانونی مساوات کا حق حاصل ہے۔)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر اس شخص کی مدد کی ضمانت دی جو معاہدہ میں شریک ہوا اور اُن کے جھنڈے تلے کھڑا ہوا۔ اس طرح اس کے آلام و مصائب میں شریک ہونے کی بھی ضمانت دی۔ اس آرٹیکل سے درج ذیل اُصول اخذ ہوتے ہیں:

(1) معاہدہ میں شریک تمام لوگوں کی یکساں مدد و حفاظت

اس آرٹیکل پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ آئینی فیصلہ ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے آئینِ مدینہ کے تحت اسلامی ریاست میں مقیم مسلمانوں، غیر مسلموں اور دیگر اقلیتوں کے مابین مساوات قائم کرنے کے لیے صادر فرمایا۔ یہ ریاست کے تمام باشندوں کو بغیر کسی تفریق و تمیز کے سیاسی اور آئینی حمایت اور مدد فراہم کرتا ہے۔ اس سے ان کے مابین تمام حقوق میں مساوات قائم ہو گئی، گویا کہ اُن کے تمام حقوق ایک ریاست کا شہری ہونے کی بنا پر برابر

(1) أبو عبيد القاسم بن سلام، كتاب الأموال/262، الرقم/518، وحميد بن زنجويه، كتاب الأموال، 468/2، الرقم/750، وابن هشام، السيرة النبوية، 33/3، والسهيلي، الروض الأنف، 241/4، وابن سيد الناس، عيون الأثر، 227/1، وابن تيمية، الصارم المسلول على شاتم الرسول، 2 /131، وابن القيم الجوزية، أحكام أهل الذمة، 1406/3، وابن كثير، البداية والنهاية، 225/3، والصالحي، سبل الهدى والرشاد، 556/3.

ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

ہو گئے۔اس فیصلے کے مطابق ریاست کی سب سے اہم ذمہ داری یہ تھی کہ وہ تمام غیر مسلم شہریوں کے حقوق؛آزادانہ زندگی اور عزت کے حق کے ساتھ ساتھ دیگر تمام حقوق کی بیرونی خطرات اور کسی بھی دشمنی اور عداوت سے بالکل اسی طرح حفاظت کرے جیسے یہ حقوق ریاست میں رہنے والے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔(2)ان پر فقط یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ اس آئین کے تحت پر امن رہیں، قانون کی پاسداری کریں اور ریاست کی طرف سے مقرر کردہ ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں تاکہ وہ آئینِ مدینہ کے تحت ملنے والے حقوق کے حقدار بن سکیں۔(3)

(2)آئینِ مدینہ میں یہود کی شراکت اور ان کا آئینی مقام

آئینِ مدینہ کے آرٹیکل نمبر 20 میں یہود کی دستورِ مدینہ میں شرکت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔صرف یہی ایک آرٹیکل نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی آرٹیکلز ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہود نے دستور میں شرکت کی اور مسلمانوں سمیت وہ ریاست کے شہری تھے اور اُنہیں تمام حقوق حاصل تھے، لفظ تبعنا سے اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

یہود کا ذکر آئین کے آرٹیکل 29 میں بار بار ہوا ہے اور وہ (وَاِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤمِنِينَ مَادَامُوا مُحَارِبِينَ)(4) (اور یہود اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر (جنگی) اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مشترکہ دفاعی جنگ میں شریک رہیں گے) ہے۔یہاں سے آئینِ مدینہ کا دوسرا جز شروع ہوتا ہے جو یہود سے متعلق ہے۔

مائیکل لیکر، سارجنٹ اور ویلہاؤزن بیان کرتے ہیں کہ اس دستور میں یہود سے مراد وہ یہود ہیں جو مدینہ منورہ میں آباد تھے، مگر روایت میں یہودِ مدینہ، بنی نضیر، قریظہ، اور قینقاع کا ذکر نہیں ہوا، اور وہ مومنین کے ساتھ معاہدہ میں شریک نہ تھے۔(5)

مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ یہود کے مرکزی قبائل اور حضور نبی اکرم ﷺ کے مابین اس سے قبل کوئی ایسا تعلق نہ تھا جو معاہدہ پر مبنی ہو بلکہ

---

(2) منیر العضبان: المنهج التربوي للسيرة النبوية (التربية القيادية)، (263-262/2).

(3) Mohammad Ali Nasir Homoud , Diplomacy In Islam, pp. 115, 118–119.

(4) أبو عبيد القاسم بن سلام، كتاب الأموال/263، الرقم/518، وحميد بن زنجويه، كتاب الأموال، 469/2، الرقم/750، وابن هشام، السيرة النبوية، 34/3، والسهيلي، الروض الأنف، 242/4، وابن سيد الناس، عيون الأثر، 228/1، وابن تيمية، الصارم المسلول على شاتم الرسول، 2/ 131، وابن القيم الجوزية، أحكام أهل الذمة، 1407/3، وابن كثير، البداية والنهاية، 225/3، والصالحي، سبل الهدى والرشاد، 556/3.

(5) Arent Jan Wensink: Muhammad and the Jews of Medina (With an Excursus Muhammad's Constitution of Medina) By Julius Wellhausen, pp. 69–71.

- R.B.Serjeant: The Sunnah Jami'ah, Pact with the Yathrib Jews, p. 19, 22–23.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

حقیقت میں بنی نضیر، قریظہ اور قینقاع کے قبائل حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آمد کے ساتھ ہی معاہدے میں شریک ہو گئے تھے۔ یہ دستاویز جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اور یہود کے مابین لکھا ایک ایسی بنیاد پر قائم تھا جس کا تعلق یثرب کے داخلی امور سے تھا اور اس پر فریقین معاہدہ میں متفق تھے جیسا کہ سبل الاسلام میں حضرت عمر کی روایت سے بھی اشارہ ملتا ہے، وہ فرماتے ہیں: بنو نضیر یہود کا بڑا قبیلہ ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ آمد پر ہی اس امر کی طرف دعوت دی کہ وہ نہ تو آپ ﷺ کے ساتھ لڑیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے دشمن کی مدد کریں، اُن کے اموال، درخت اور گھر مدینہ کے ایک طرف ہوں گے، لیکن اُنہوں نے عہد شکنی کی۔(6)

یہ روایت ایک اور جگہ پر الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس طرح بھی آئی ہے: پس انہوں نے عہد توڑ دیا جیسا کہ یہود کی عادت تھی (یعنی عہد شکنی اور وعدہ خلافی کرنا یہود کی عادت تھی) تو آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ وہ اسلحے کے علاوہ اپنے اونٹ ساتھ لے جانے کی شرط پر مدینہ کی سرزمین چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔(7)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے معاہدہ کے فریقین میں سے یہود کا ذکر کیا ہے جبکہ بنو نضیر، قینقاع اور قریظہ کا ذکر نہیں کیا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ قبائل ایک دوسرے کے ساتھ ضم ہو گئے تھے اور ان کے نام دوسرے ناموں کے ساتھ مل گئے تھے۔ یا یہ اوس اور خزرج میں شامل ہو گئے تھے اور لفظ یہود کے عموم کے تابع ہو گئے تھے۔ اس لیے کہ اگر ان قبائل کا ذکر چھوڑ دیا جائے تو اس سے دستاویز کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ حقیقت اس امر کی تصدیق نہیں کرتی یا لگتا ہے کہ امت کا مفہوم تمام قبائل کو مومنین کے مقابل بطور فریق کے شامل ہے۔

یہود کی تعداد مدینہ کی نصف آبادی کے قریب تھی اور وہ وہاں کے قدیم باشندے تھے جو قریظہ، قینقاع اور نضیر کے قبائل پر مشتمل تھے۔ یہ بات قرین عقل نہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے آئینی دستاویز میں مدینہ کی نصف آبادی کو تو شامل کیا لیکن دوسری آدھی آبادی کو نظر انداز کر دیا ہو۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے، جیسا کہ Lecher نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان قبائل کا حقیقی وجود نہ رہا تھا بلکہ یہ قبائل دیگر عرب قبائل میں ضم ہو چکے تھے اور وہ دیگر قبائل کے ناموں کے تحت پہچانے جاتے تھے۔(8)

عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی (508ھ) فتح الدین ابو الفتح محمد بن محمد بن محمد یعمری اشبیلی المعروف بابن سید الناس بیان کرتے ہیں: بعض عرب یہودیت

---

(6) الصنعانی: محمد بن اسماعیل امیر (773ھ–852ھ). سبل السلام (63/4)، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی.

(7) تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام (237/2).

(8) Michael Lecker: The “Constitution of Medina” (Muhammad’s First Legal Document), pp. 54–55.

ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

میں داخل ہوگئے اور وہ تمام جو مدینہ اور خیبر میں مقیم تھے وہ بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع کے قبائل تھے۔ اوس و خزرج کے بعض افراد یہودی ہوگئے اور ان کی عورتوں نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ بچے جنیں گی، اگر وہ بچے زندہ رہے تو وہ یہودی ہوں گے۔ اس عہد کا سبب یہ تھا کہ اُن کے نزدیک یہودی اہل العلم اور اہل الکتاب تھے۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اُن کے بچوں کے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے یہودیت کو گلے لگایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ﴾(9)
دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

اس لیے کہ ایک قول کے مطابق اُن کے والدین نے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔(10)

مائیکل لیکر اس ساری بحث کی تلخیص اس طرح کرتا ہے: یہود کے وہ قبائل جن کا ذکر آئین میں مذکور ہے ان کی تعداد 9 ہے ان میں سے 6 وہ قبائل ہیں جنہیں مسلمانوں کے مساوی حقوق دیے گئے جبکہ ایک قبیلہ جو بنو ثعلبہ کے نام سے موسوم تھا، اس کی انفرادی حیثیت تھی کیونکہ وہ اصلاً یہودی قبیلہ نہ تھا بلکہ وہ اُن کے ساتھ مل گیا تھا۔ اسی طرح بنو جفنہ، شطیبہ/اشطبہ بھی اصلاً یہودی نہ تھے۔(11)

بہر حال بنی ثعلبہ جو ثعلبہ بن فتیون کی طرف منسوب ہیں، اس قبیلے کے افراد جفنہ وشطیبہ کے ساتھ دو اعتبار سے مشترک تھے، ایک تو یہ ہے وہ غسانی کے نسب سے تھے اور دوسرا یہ مدینہ کی سرزمین پر آباد تھے جہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی ریاست بنائی۔(12)

حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت سیاسی نظام اُن قبائل کے ہاتھوں میں (بازیچۂ اطفال) میں جاچکا تھا جو در حقیقت اصل قبائل نہ تھے۔ ان میں بنو قریظہ، نضیر، قینقاع اور خیبر شامل تھے۔ یہ زیادہ سے زیادہ یہودی قبائل کی نمائندگی کرتے تھے اور دوسرے قبائل پر اپنی گرفت مضبوط کیے ہوئے تھے، ناجائز طریقے سے دوسرے لوگوں کے مال و جائیداد پر قبضہ کر لیتے، اُن کے مابین ظلم و ستم اور ناانصافی کے الاؤ بھڑکاتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کے مابین بالخصوص اوس، خزرج کے مابین جنگیں اور فتنہ و شر انگیزی کا بازار گرم رہتا تھا، جیسے کہ جنگ بعاث وغیرہ۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سیاسی بصیرت سے اُن قبائل کے ساتھ برتاؤ کیا اور ایک ایسا سیاسی لائحہ عمل وضع کیا جس پر تمام قبائل متفق تھے اور وہ متفقہ

(9) البقرة، 256/2: الطبري: التفسير (15/3)، القرطبي: الجامع لأحكام القرآن (280/3): عن ابن عباس قال: نزلت هذه في الأنصار، كانت تكون المرأة مقلاتا فتجعل على نفسها إن عاش لها ولد أن تهوده؛ فلما أجليت بنو النضير كان فيهم كثير من أبناء الأنصار، ابن كثير: التفسير (682/1).
(10) السهيلي: الروض الأنف (ص/298).
(11) Michael Lecker: The “Constitution of Medina” (Muhammad’s First Legal Document), p. 86.
(12) Michael Lecker: The “Constitution of Medina” (Muhammad’s First Legal Document), p. 86.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

سیاسی لائحہ عمل درج ذیل امور پر مبنی تھا۔

1۔ آپ ﷺ نے انہیں دعوت دی اور ان کے قبائل جن میں سے بنو نضیر، قریظہ، قینقاع اور ان کے حلیف قبائل کے ساتھ معاہدات کیے تا کہ اُن کی طرف سے کسی قسم کے شر سے محفوظ رہیں۔ اُن کی طرف سے معاہدہ توڑنے اور اُن کے احوال اور یہود کے قبائل میں اصل قبائل پر غور وخوض کرنے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ اصلی یہودیوں جو مدینہ کے معاشرے میں بار سوخ تھے، کے ساتھ دستاویز کی کتابت شروع کی۔(13)

2۔ اس آئین میں حضور نبی اکرم ﷺ نے مومنین اور یہود کے مابین مساوات قائم کی اور یہود کے مختلف قبائل کے مابین بھی اسی بنیادی عنصر کو پیش نظر رکھا۔

اس بنیاد پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسا جمہوری اور حقیقی نظام قائم کیا، وہاں کے باشندے جس کے مستحق بھی تھے اور متمنی بھی۔ اس نظام کے ذریعے عوام کی اتھارٹی کو اجاگر کیا گیا، خواہ ان کا تعلق یہود سے ہو یا دیگر قبائل سے حضور نبی اکرم ﷺ نے یہود کے ان 9 قبائل کے ساتھ معاملات طے کیے جن کا ذکر اس دستاویز اور مذکورہ کتب میں ہوا۔

2۔ حقِ شہریت اور مذہبی آزادی

آئینی و قانونی اور دستوری اُمور کے غیر جانبدار مبصرین وماہرین اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک سے تدوین پانے والے اُس آئینی و جمہوری دستور کو دیگر تمام دساتیر پر ہر اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔(14)

اس نبوی دستاویز سے تشکیل پانے والی ریاست میں جدید مفہوم کے مطابق ریاست کے مکمل عناصر ترکیبی موجود تھے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ اُمت یعنی آبادی (Population)

2۔ زمین (Territory)

3۔ اندرونی وبیرونی معاملات کے اعتبار سے اقتدار کا اس زمین اور عوام پر قائم ہونا (Government)۔(15)

---

(13) منير العضبان: المنهج التربوي للسيرة النبوية (التربية القيادية)، (2/263-264).

(14) W. Montgomery Watt, Muhammad at Medina, pp. 241–243.

د. أكرم ضياء العمري: المجتمع المدني في عهد النبوة، المملكة العربية السعودية، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، المجلس العلمي، إحياء التراث، الطبعة الأولى، 1983م، (ص/107-136).

(15) W. Montgomery Watt, Islamic Political Thought, Edinburgh University Press, 2007, p. 21.

Mohammad Ali Nasir Homoud, Diplomacy In Islam (Diplomacy during the period of Prophet Muhammad), Print Well (Jaypur, India): 1994, p. 138.

والسمهودي: وفاء الوفاء في أخبار دار المصطفى، القاهرة، (ص/14-16).

Barakat Ahmad, Muhammad and the Jews (A Re-Examination), Vikas Publishing House, pvt Ltd, New Delhi, 1975, p. 43.

الطبري: تاريخ الأمم والملوك، (2/207)؛ وابن سعد: الطبقات الكبرى، (8/948-968)، وابن الأثير: الكامل في التاريخ (1/206).

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
November 11, 2025

جرمن مستشرق وینسنک (Arent Jan Wensinck) لکھتا ہے:

The Medinan constitution is considered a proof of the political and social status of the Messenger of Allah in Medina, and that he a formulated a constitution of political nature.(16)

دستورِ مدینہ، حضور نبی اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ میں سیاسی اور معاشرتی اجتماعی مقام و مرتبت کی دلیل ہے، انہوں نے ایک سیاسی نوعیت کا دستور وضع کیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس دستور کو وضع کرنے کا مقصد ایک ایسی امت تشکیل دینا تھا جس میں ریاست اور معاشرے کے ہر شہری کو آزادیٔ رائے کا مکمل حق حاصل ہو۔ اس کے مرکزی اقتدار کو دوام و استحکام، امن و سلامتی اور نظامِ عدل کو منظم اور قائم کرنے کی کلی طاقت و اختیار حاصل ہو جس میں معاشرے کے افراد کے عمل کی بنیاد تقویٰ اور اخلاقِ حسنہ پر ہو۔(17)

حضور نبی اکرم ﷺ کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جس کی اساس قومی وحدت پر ہو اور جہاں دینی و مذہبی اختلافات نہ ہوں اور مدینہ کے یہود کا اس آئینی دستور کے وضع کرنے میں شرکت کرنا اسی امر کی بیّن دلیل ہے۔ اس طرح عہد شکنی کی صورت میں اُن پر حجت قائم ہو گئی۔(18)

دستورِ مدینہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کیے گئے اتحاد کی حقیقی صورتِ حال کا تجزیہ کرنے کے بعد، میری رائے یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے مدینہ آنے سے قبل، آپ ﷺ نے یثرب میں یہودی قبائل کے ساتھ سیاسی تعاون اور بالخصوص یثرب میں رائج داخلی سیاسی نظام کو اپنی بصیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ ﷺ نے چاہا کہ اس نظام کو شریعت اسلام کے مطابق ڈھال دیا جائے، وہ شریعت اسلامی جس کا نظام تمام طبقات حتیٰ کہ غیر مسلمین کے مابین بھی عدل و انصاف اور ظلم و زیادتی کے خاتمہ پر مبنی ہے۔

(1) مسلمانوں اور یہودیوں کی مساوی آزادیٔ مذہب

آرٹیکل نمبر 30 میں ہے:

---

(16) Arent Jan Wensink, Muhammad and the Jews of Medina: (With an Excursus Muhammad's Constitution of Medina) By Julius Wellhausen, Translated by Wolfgang. H. Behan, 2nd Edition, 1982, p. 51.

(17) عبدالعزیز بن إدریس: مجتمع المدينة في عهد الرسول، عمادة شئون المكتبات - جامعة الملك سعود، 1982م، (ص/140-146)، ود. حافظ الكرمي: الإدارة في عصر الرسول (ص/90).

(18) Encyclopedia Judaica, vol.11, Col.121 puts the no of Jews in Medina between 8,000 to 10,000, which is understatement and not supported by Barakat Ahmad, p. 43. W. Montgomery Watt, Muhammad at Medina, p. 241.

«وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِينُهُمْ، مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ، فَإِنَّهُ لَا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ»(19).

اور بنو عوف کے یہود، مومنین کے ساتھ مل کر ایک امت یعنی قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہود کے لیے ان کا اپنا دین ہے (یعنی انہیں اپنے مذہب کی مکمل آزادی حاصل ہے) اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا دین، خواہ ان کے حلیف ہوں یا وہ بذاتِ خود۔ البتہ جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے گا وہ اپنی ذات یا اہل خانہ کے سوا کسی اور کو مصیبت میں مبتلا نہیں کرے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بنو عوف کے یہود کو دیگر تمام یہودی برادریوں کے لیے بطور مثال اور نمونے کے پیش کیا۔ وہ ریاستِ مدینہ کے وفاقی اتحاد کے زمرہ میں آتے تھے اور وہاں مسلمانوں اور یہودیوں کو یکساں مذہبی آزادی حاصل تھی۔ آزادی کا یہ حق اُن کے ساتھ ملحقہ ومتصلہ برادریوں کے لیے بھی تھا۔ جس نے بھی ریاستِ مدینہ کے آئین سے انحراف کیا یا اُس نے اس کی خلاف ورزی کی تو صرف وہ اور اس کے اہلِ خانہ ہی ذمہ دار ہوں گے۔

یہ آرٹیکل دین و مذہب میں اختلاف کے باوجود مدینہ کے شہریوں کے مابین اتحاد کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

(2) وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ کے مفہوم کی وضاحت

متعدد ائمہ حدیث نے ''وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ'' کی جو وضاحت کی ہے اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) امام ابنِ اثیر جزری اپنی کتاب ''النهاية في غريب الحديث والأثر'' اس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ بنو عوف کے یہود کا مؤمنین میں سے ہی ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اس معاہدے کی بدولت جو اُن کے اور مؤمنین کے مابین ہوا تھا ہر معاملے میں اُن کے ساتھ شامل تھے۔ وہ باہم ایک جماعت کی مانند بن گئے تھے اور (ریاستی امور میں) ان کے اقوال وافعال ایک ہی تھے۔(20)

اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمنین اور بنو عوف کے یہود کی حمایت و حفاظت ایک تھی، اُن کے جھگڑے اور صلح ایک تھی، وہ بغیر کسی تفریق و تمیز کے ایک قوم تھے۔

(2) ابن اثیر نے اپنی کتاب ''منال الطالب في شرح طوال الغرائب'' میں اس کی مزید تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ آئین کے آرٹیکل ''وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ'' (اور بنو عوف کے یہود، مومنین کے ساتھ مل کر ایک امت یعنی قوم کی حیثیت رکھتے ہیں) سے مراد یہ ہے کہ: ''مؤمنین و یہود کے مابین ہونے والی صلح اور معاہدے کی بنیاد پر اُن کی اور اُن کے ملحقین کی مدد مؤمنین کے ساتھ تھی، مؤمنین کے دشمنوں

---

(19) أبو عبيد القاسم بن سلام، كتاب الأموال/263، الرقم/518، وحميد بن زنجويه، كتاب الأموال، 469/2، الرقم/750، وابن هشام، السيرة النبوية، 34/3، والسهيلي، الروض الأنف، 242/4، وابن سيد الناس، عيون الأثر، 228/1، وابن تيمية، الصارم المسلول على شاتم الرسول، 2/ 131، وابن القيم الجوزية، أحكام أهل الذمة، 1407/3، وابن كثير، البداية والنهاية، 225/3، والصالحي، سبل الهدى والرشاد، 556/3.

(20) ابن الأثير: النهاية في غريب الحديث والأثر (77/1).

کے خلاف وہ سب ایک امت اور قوم کی طرح یکجا تھے سوائے یہ کہ یہود کا اپنا دین تھا اور مؤمنین اپنے دین پر قائم تھے۔"[21]

(3) امام زمخشری نے اپنی کتاب "الفائق في غريب الحديث والأثر" میں اس کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ کی ہے کہ "بنو عوف کے یہود اور مؤمنین کے مابین ہونے والی صلح اور معاہدے کے سبب وہ سب ایک امت و قوم کی مانند ہو گئے تھے، ان کے اقوال و افعال ایک تھے، دشمنوں کے خلاف متحد تھے، البتہ ہر فریق کا دین اپنا اپنا تھا، سوائے یہ کہ کوئی عہد شکنی کر کے ظلم کرے۔"(22)

(4) امام ابی عبید الہروی اپنی کتاب "الغريبين في القرآن والحديث" میں اسی مفہوم کی وضاحت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "یہودِ بنو عوف مؤمنین میں سے ایک گروہ تھے یعنی معاملات میں ان کے ساتھ شریک تھے ان کے مابین ہونے والی صلح کی بدولت وہ مؤمنین میں سے ایک گروہ کی طرح تھے، وہ اقوال اور مدد و نصرت میں ہم آہنگ تھے۔"(23)

حضور نبی اکرم ﷺ نے آئینِ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ حلف میں شریک ہونے والے تمام یہودی قبائل کے حقوق بیان فرمائے اور ریاستِ مدینہ میں ان کے حقوق و واجبات مساوی رکھے، وہ ریاستِ مدینہ میں دیگر مسلمان شہریوں کے ہمسر تھے، گویا کہ وہ سب مدنی معاشرے کی ایک ہی قوم تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے آئینِ مدینہ کے آرٹیکل نمبر 31 سے 41 تک یہودی قبائل کا ذکر کیا۔

(3) عقیدے کی آزادی

اس آرٹیکل میں حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی شخص کو مجبور نہیں کیا کہ وہ اپنا دین چھوڑے اور اسلام قبول کرے بلکہ آپ ﷺ نے یہود کو اُن کے دین اور کفار کو اُن کے شرک پر چھوڑ دیا، بجائے اس کے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے دین کے بارے میں حد سے تجاوز کرے۔ اگر کوئی مسلمانوں میں سے حد سے تجاوز کرے اور کسی کے دین کو برا بھلا کہے تو اسے سزا دی جائے گی، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدۡوَۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٖ﴾(24)

اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔

ابو عبید بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ قول وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (اور بنو عوف کے یہود، مومنین کے ساتھ مل کر ایک امت یعنی قوم کی حیثیت رکھتے ہیں): اس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے یہود پر جو مصارف لازم قرار دیے تھے، اُن کی ادائیگی کے ذریعے مؤمنین کے دشمنوں

(21) ابن الأثير: منال الطالب في شرح طوال الغرائب، حديث كتاب قريش والأنصار (183/1).
(22) الزمخشري: الفائق في غريب الحديث والأثر، حرف الراء مع الياء (36/2).
(23) الهروي: الغريبين في القرآن والحديث، باب الهمزة مع الميم (107/1).
(24) الأنعام، 108/6.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

کے خلاف اُن کی مدد اور معاونت ضروری قرار دی گئی تھی۔ البتہ دینی معاملات میں اُن پر کچھ بھی لازم نہ تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس امر کو کس قدر واضح ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

«لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ».

یہود کے لیے ان کا اپنا دین ہے (یعنی انہیں اپنے مذہب کی مکمل آزادی حاصل ہے) اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا دین۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

وقوله: «ولا يوتغ إلا نفسه»(25)

(وہ اپنی ذات یا اہل خانہ کے سوا کسی اور کو مصیبت میں مبتلا نہیں کرے گا)۔

اثم کا معنی: اس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور وہ عمل کیا جو اس کے لیے جائز نہ تھا۔(26) جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں بیان ہوا:

«مَنْ حَلَفَ بِيَمِيْنٍ آثِمَةٍ عِنْدَ مِنْبَرِيْ هَذَا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»(27).

جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے جھوٹا حلف لیا اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ دستورِ مدینہ کے آرٹیکل 31 سے 40 اقلیتوں کے حقوق سے متعلق ہیں، اسی طرف سارجنٹ نے اشارہ کیا ہے۔(28)

یہ آرٹیکل ریاستِ مدینہ میں رہنے والے تمام ادیان اور عقائد کو ماننے والوں کو تحفظ دیتا ہے اور انہیں مذہبی اور دینی آزادی کا حق دیتا ہے۔ اس آرٹیکل سے چار اُمور اخذ ہوتے ہیں:

امرِ اوّل دوسرے ادیان کے ساتھ متحدہ قوم کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

امرِ دوم مذہبی اور عقائد کے متعلقہ حقوق میں مساوات پر دلالت کرتا ہے۔

امرِ سوم دینی اور مذہبی عقیدے سے متعلقہ واجبات کی ادائیگی میں آزادی پر دلالت کرتا ہے۔

امرِ چہارم اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہود کے تمام قبائل اور ان کے ذیلی قبائل جو معاہدے میں شریک تھے اُن سب کو عقائد اور مذہبی آزادی حاصل تھی۔

(25) أبوعبيد القاسم بن سلام: كتاب الأموال (318/1).

(26) ابن منظور: لسان العرب، باب: أثم، (23/10).

(27) ابن ماجہ: السنن، باب اليمين عند مقاطع الحقوق (669/2).

(28) R.B.Serjeant: The Sunnah Jami'ah, Pact with the Yathrib Jews, p. 28.

دستورِ مدینہ انہیں ان کے مذہب و عقائد کی آزادی کے حق سے محروم نہیں کرتا خواہ ان کا عقیدہ کوئی بھی ہو سوائے اس کے جس نے ظلم کیا یا آئین سے منحرف ہوا، تو وہ سزا کا حق دار ہو گا۔(29)

اس مؤقف کی تائید حضور نبی اکرم ﷺ کے اس خط سے بھی ملتی ہے جو آپ ﷺ نے اہل نجران کو لکھا۔ ابن سعد اور بلاذری نے اس معاہدہ کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

«وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهِمْ جِوَارُ اللَّهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وَبَعْثِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ لَا يُغَيَّرُ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ لَا يُفْتَنُ أُسْقُفٌ مِنْ أُسْقُفِيَّتِهِ وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ وَلَا وَاقِهٌ مِنْ وَقَاهِيَّتِهِ عَلَى مَا تَحْتَ أَيْدِيْهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ أَوْ كَثِيْرٍ وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ»(30).

نجران اور ان کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال ان کے حاضر و غائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی عورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا۔ اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا اور اُن پر کوئی گناہ عائد نہیں ہو گا۔

3۔ ریاست کے دشمنوں کے ساتھ تعلقات کی ممانعت کا آئینی اُصول

آرٹیکل نمبر 25 میں ہے:

«وَإِنَّهُ لَا يُجِيرُ مُشْرِكٌ مَالًا لِقُرَيْشٍ وَلَا نَفْسَهَا، وَلَا يَحُولُ دُونَهُ عَلَى مُؤْمِنٍ»(31).

اور (مدینہ میں رہائش پذیر) کوئی مشرک، قریشِ (مکّہ) کے کسی شخص کو کسی طرح کی مالی یا جانی پناہ نہیں دے گا اور نہ ہی کسی مسلمان کے خلاف اس کی حمایت میں مداخلت کرے گا۔

یہ آرٹیکل امن و سلامتی کی حفاظت سے متعلق ذیلی مندرجات میں سے ہے۔ اس کے تحت مدینہ کے کسی مشرک یا یہود کو اجازت نہیں کہ وہ قریش میں

(29) W. Montgomery Watt, Muhammad at Medina, pp. 222–223.

- Arent Jan Wensink: Muhammad and the Jews of Medina, pp. 56–57.
- Julius Wellhausen: (Muhammad's Constitution of Medina), pp. 70–72.

(30) ابن سعد: الطبقات الکبری (288/1)، البلاذري: فتوح البلدان (76/1)، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ..النمیري: أخبار المدینۃ (310/1)، دار الکتب العلمیۃ - بیروت - 1417ھ/1996ء. الزرعی: زادالمعاد (635/3).

(31) أبوعبید القاسم بن سلام، کتاب الأموال/262، الرقم/518، وحمید بن زنجویہ، کتاب الأموال، 468/2، الرقم/750، وابن هشام، السیرة النبویۃ، 33/3، والسھیلي، الروض الأنف، 242/4، وابن سید الناس، عیون الأثر، 228/1، والزمخشري، الفائق، 25/2، وابن تیمیۃ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، 2 /131، وابن القیم الجوزیۃ، أحکام أھل الذمۃ، 1407/3، وابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، 225/3، والصالحي، سبل الھدی والرشاد، 556/3.

کسی کی جان ومال کی حفاظت کرے کیونکہ قریش نے مسلمانوں کے اموال اور خون کو مباح قرار دیا ہے۔

ابو عبید القاسم بن سلام کہتے ہیں: یہود جن کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ نے معاہدہ کیا تھا، ان کے ساتھ طے پایا تھا کہ آپ ﷺ کے کسی دشمن کی یا اس کے مال ودولت کی حفاظت کرنا معاہدے کی خلاف ورزی تصور ہو گا۔(32)

آئینِ مدینہ کا تعلق ریاستِ مدینہ کے تمام شہریوں کے ساتھ ہے خواہ اس کا کوئی بھی عقیدہ، جنس، نسب یا پس منظر ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ریاست کے مفادات کو اپنی ذات، قبیلہ، عقیدے اور نسب کے مفادات پر ترجیح دے۔ ریاست ہائے متحدہ مدینہ میں موجود تمام ثقافتوں اور قبائل کا وجود جسد واحد کی مانند ہے جو مدینہ کے وفاقی اتحاد میں مفادِ عامہ، داخلی اغراض ومقاصد اور اجتماعی دفاع کے نظریے کے تحت شریک ہیں۔ آئینِ مدینہ انہیں اخوت، پُر امن باہمی معاملات، اجتماعی تعاون، امنِ عامہ اور ایک دوسرے کے ساتھ ایک قوم کی مانند باہمی تعاون کے اصولوں کے مطابق متحد و مربوط بنا کر رکھتا ہے۔

4۔عدل وانصاف کے قیام اور اجتماعی شراکت کا اُصول

آرٹیکل نمبر 26 میں ہے:

«وَإِنَّهُ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَةٍ فَإِنَّهُ قَوَدٌ بِهِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى وَلِيُّ الْمَقْتُولِ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ كَافَّةً وَلَا يَحِلُّ لَهُمْ إِلَّا قِيَامٌ عَلَيْهِ»(33).

اور جو شخص کسی مومن کو (ناحق) قتل کرے گا اور اس کی شہادت واضح ہو گی تو اس قتل کے عوض قصاص واجب ہو جائے گا الا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضامند ہو جائے۔ اور تمام اہل ایمان مل کر اس قصاص کی تنفیذ کرائیں گے (گویا قصاص ریاستی ذمہ داری بن جائے گی)۔ مسلمانوں کے لیے اور کوئی چیز جائز نہ ہو گی سوائے اس کے کہ سب اس قاتل کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں۔

مومن کو بغیر حق کے قتل کرنے والے قاتل پر حضور نبی اکرم ﷺ نے قصاص یا دیت یا مقتول کے ورثاء کی طرف سے معافی واجب کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أُصِيبَ بِدَمٍ أَوْ خَبْلٍ - وَالْخَبْلُ: الْجُرْحُ - فَهُوَ بِالْخِيَارِ بَيْنَ إِحْدَى ثَلَاثٍ، فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ: أَنْ يَقْتُلَ، أَوْ يَعْفُوَ، أَوْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ »(34).

---

(32) أبو عبید القاسم بن سلام: کتاب الأموال: (264/1).

(33) أبو عبید القاسم بن سلام، کتاب الأموال/262، الرقم/518، وحمید بن زنجویہ، کتاب الأموال، 468/2، الرقم/750، وابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، 33/3، والسھیلي، الروض الأنف، 242/4، وابن سید الناس، عیون الأثر، 228/1، والزمخشري، الفائق، 25/2، وابن تیمیۃ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، 2 /131، وابن القیم الجوزیۃ، أحکام أھل الذمۃ، 1407/3، وابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، 225/3، والصالحي، سبل الھدی والرشاد، 556/3.

(34) ابن ماجہ: السنن (2623).

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا خون کر دیا جائے یا اس کو زخمی کر دیا جائے تو اس کے ورثاء کے پاس تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اگر وہ کوئی چوتھی بات کرے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو، تین باتیں یہ ہیں: یا تو قاتل کو بطور قصاص قتل کر دیا جائے، یا معاف کر دیا جائے یا اس سے دیت لی جائے۔

میری نظر میں یہ آرٹیکل انسدادِ ظلم کے لیے قاتل و مقتول کے مابین مساوات قائم کرنے کی غرض سے اعلیٰ آئینی قدر و قیمت کا حامل ہے۔ یہ ریاستِ مدینہ منورہ میں فوجداری قانون (criminal law) اور ریاست ہائے متحدہ مدینہ کی تمام اقوام کے مابین عادلانہ نظامِ قصاص کے لازمی نفاذ پر زور دیتا ہے۔ اس کا مقصد قانون کی بالادستی یقینی بنانا ہے۔ عدل و انصاف کے یہ روشن و درخشاں اصول حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے اخذ ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ».(35)
گواہی یا گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور انکار کرنے والے (یعنی مدعی علیہ پر) پر قسم ہے۔

پاکستان کے قانون شہادت (Qanun-e-Shahadat Order, 1984) کے حصہ 3 میں باب نمبر 9 اسی عنوان پر ہے، جس کا خلاصہ حضور نبی اکرم ﷺ کی یہی حدیث مبارک ہے، پاکستان کے علاوہ بھی دنیا بھر کے قوانین میں یہی اصول کارفرما ہے۔ واضح رہے دیوانی کیسز میں گواہی اور گواہ مدعی (plaintiff) پیش کرتا ہے اور فوجداری کیسز میں بھی ثبوت اور گواہی کی ذمہ داری استغاثہ (prosecution) پر ہوتی ہے۔ جدید دنیا میں اس اصول کی بنیاد لاطینی میکزم (Latin maxim) پر رکھی جاتی ہے، جو کہ *semper necessitas probandi incumbit ei qui agit* ہے، جس کا مطلب ہے کہ the necessity of proof always lies with the person who lays charges (ثبوت مہیا کرنا ہمیشہ دعوی دائر کرنے والے کی ذمہ داری ہوتی ہے)، حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک بھی اسی مفہوم کی آئینہ دار ہے۔ لہذا جب ثبوت، ناقابلِ تردید شواہد اور مسکت دلائل کی روشنی میں کسی کا جرم ثابت ہو جائے تو ریاست میں رہنے والے تمام شہریوں کے مابین بلا امتیازِ مذہب، عقیدہ، قبیلہ، حسب و نسب حدود کا نفاذ لازمی ہو جاتا ہے۔ پس تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔(36)

جدید دنیا میں قانون سازی کرتے وقت بھی اسی اصول کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ 10 دسمبر 1948 کو پیرس میں اقوام متحدہ کی پاس ہونے والی قرارداد بہ نام انسانی حقوق کا آفاقی منشور (Universal Declaration of Human Rights (UDHR)) کا آرٹیکل نمبر 7 ریاستِ مدینہ کے

(35) البخاري: الصحيح (931/2)، ابن ماجه: السنن (778/2)، الترمذي: السنن (625/3)، الدارقطني: السنن (157/4).
(36) العيني: عمدة القاري (246/13): (ابن سعد بن عبادة قال: وجدنا في كتاب سعد أن النبي ﷺ قضى باليمين مع الشاهد..).

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
November 11, 2025

آئین کے اسی آرٹیکل کا نقش ثانی ہے۔اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اِس آرٹیکل نمبر 7 میں لکھا ہے:

All are equal before the law and are entitled without any discrimination to equal protection of the law.

قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور بغیر کسی امتیاز کے قانون کے مساوی تحفظ کے حقدار ہیں۔

آئینِ مدینہ کا مذکورہ آرٹیکل ریاستِ مدینہ کے تمام مسلمانوں پر قصاص کے قانون کو نافذ کرتا ہے۔ کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا قانونی جرم ہوگا اور ثبوت ودلائل کی روشنی میں قاتل کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ اگر مقتول کے ورثاء دیت لینے پر رضامند ہوں تو قاتل سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرے۔ اگر مقتول کے ورثاء دیت لینے پر راضی نہ ہوں تو قصاص ہی واجب ہوگا۔(37) تمام مؤمنین پر اس شرعی وآئینی قانون کو نافذ کرنا لازم ہے اور کسی کے بارے میں کسی کی کوئی سفارش قبول نہ ہوگی خواہ وہ کتنے ہی بڑے حسب ونسب والا کیوں نہ ہو۔(38)

انسانی معاشرے کے لیے قانون اور نظامِ قانون کے لازمی نفاذ کے بغیر غلامی، استحصال، ظلم وستم اور جبر وتعدی کی زنجیروں سے آزادی اور گلوخلاصی محال ہے۔ ایسا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک عدل ومساوات کی بنیاد بننے والے تمام قانونی حقوق کی حفاظت بدرجہ اتم نہ کی جائے۔

5۔ عورت کے حقوق اور اُن کی حرمت کا آئینی اُصول

حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی عورت کے گھر والوں کو بتائے بغیر اسے حفاظت اور امن دینے سے منع فرمایا ہے۔ آرٹیکل نمبر 51 میں ہے:

«وَإِنَّهُ لَا تُجَارُ حُرْمَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ أَهْلِهَا»(39).

کسی (خاندان یا قبیلے کے) پڑوس میں اس خاندان یا قبیلے والوں کی اجازت کے بغیر (کسی پناہ کے طلب گار عورت کو) پناہ نہیں دی جائے گی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور ان کی عزت کو تحفظ دینے کے لیے یہ آئینی اصول وضع فرمایا۔ اس کے اہل خانہ اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ دستورِ مدینہ کا یہ آرٹیکل عورت اور اس کے اہل کے مابین تعلق کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ عرب معاشرے میں ہر عورت اپنے اہل خانہ کی عزت ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں۔ عین ممکن ہے کہ عورتوں کی عزت کی وجہ سے جنگ ہو جائے۔ لہٰذا اس سے بچنے کے لیے اس آئینی اصول پر عمل

(37) ابن قدامة: المغني (214/8): (لايقبل منه صرف ولا عدل: وقول الخرقي: إذا اجتمع عليه الأولياء يعني إذا كان للمقتول أولياء يستحقون القصاص فمن شرط وجوبه اجتماعهم على طلبه ولو عفي واحد منهم سقط كله...).

(38) البخاري: الصحيح (1282/3)، مسلم: الصحيح (1315/3)، ابن حبان: الصحيح (248/10)، أبوداود: السنن (132/4)، النسائي: السنن الكبرى (333/4).

(39) ابن هشام، السيرة النبوية، 34/3، والسهيلي، الروض الأنف، 243/4، وابن سيد الناس، عيون الأثر، 228/1، وابن كثير، البداية والنهاية، 225/3، والصالحي، سبل الهدى والرشاد، 556/3.

پیرا ہونا ضروری ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ آئینی اصول عورت کی آزادی کے خلاف ہے اور انہیں اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی کے پاس جانے سے روکتا ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، یہ اصول کسی عورت کی آزادی پر کوئی پابندی نہیں لگاتا بلکہ فقط معاشرے کو پُرامن رکھنے کے لیے اُس کی عزت کو تحفظ دیتا ہے۔

یہ آرٹیکل یثربی معاشرے میں عورت کے مقام و مرتبہ کو واضح کرتا ہے۔ اس کے اہل اور اولیا کی اجازت کے بغیر کسی عورت کی مہمان نوازی یا اسے تحفظ نہیں دیا جائے گا۔ (40)

لیکر اس آرٹیکل کے حوالے سے لکھتا ہے:

A woman must not be hosted or taken under the protection of anyone without the permission of her family or the representative of their tribe(41).

کسی عورت کی مہمان نوازی نہیں کی جائے گی یا اسے کسی کی حفاظت میں داخل نہیں کیا جائے گا ماسوائے اس کے اہل وعیال یا ذمہ دار قبیلے کی اجازت نہ ہو۔

مائیکل واٹ اسی قول میں مزید اضافہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

No one can be granted the permission to host a woman as a guest unless the people of her province or guardians agree(42).

کسی عورت کو اس کے اہل وعیال یا اس کے ذمہ دار شخص کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

یہ آرٹیکل عورت کے مقام و مرتبہ اور عزت و تقدیس کی حفاظت کرتا ہے اور تنازعات واختلافات کے تمام دروازے بند کرتا ہے جو عورت کو اس کے قبیلے اور ذمہ دار شخص کی اجازت کے بغیر پناہ دینے سے کھلتے ہیں۔

یہ آرٹیکل عورت کے قبیلے اور اہل وعیال کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے قبیلے میں عورت کی شادی کی آزادی پر قید لگاتا ہے۔ یہ آزادی جو اس اصول سے ماخوذ ہے عورت کی آزادی کے منافی نہیں بلکہ اس میں عرب کے قدیم رسم ورواج اور اسلام کے جدید اصولوں کو جمع کر دیا گیا اور اسے مشروط آزادی دی گئی جو اس کے اہل وعیال اور ذمہ دار اشخاص کی اجازت سے مشروط ہے۔ اس اصول کے پیش نظر عورت کی عزت اور مقام و مرتبہ میں اضافہ ہوا ہے۔

(40) R.B.Serjeant: The Sunnah Jami'ah, Pact with the Yathrib Jews, pp. 35–36.

- Arent Jan Wensink, Muhammad and the Jews of Medina, p. 59.
- Julius Wellhausen: (Muhammad's Constitution of Medina), p. 72.

(41) Michael Lecker: The "Constitution of Medina" (Muhammad's First Legal Document), p. 171.

(42) W. Montgomery Watt, Muhammad at Medina, p. 224.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب میں اس آرٹیکل سے متعلق الگ رائے قائم کی ہے کہ یہاں حرمت سے مراد عورت نہیں بلکہ یہ ذمہ اور امن کے مترادف کے طور پر استعمال ہوا ہے (43)، جیسا کہ بیعت عقبہ میں یہ الفاظ وارد ہوئے:

حُرْمَتِي حُرْمَتُكُمْ وَالْهَدَامُ الْهَدْمُ وَالدَّمُ الدَّمُ ... إِلَى الآخِرِ(44)

میری حرمت تمہاری حرمت ہے، میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے، اور میرا خون تمہارا خون ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جسے امام واقدی نے اپنی کتاب المغازی میں لکھا: قریظہ میں سے رفاعہ بن سموأل نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خالہ سلمی بنت قیس سے عرض کیا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کریں: آپ ﷺ مجھے معاف کر دیں، بے شک میرے لیے آپ مقدس و محترم ہیں کیونکہ آپ حضور نبی اکرم ﷺ کی ماؤں میں سے ایک ماں ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی بات مان لی اور رفاعہ بن سموأل کو معاف کر دیا... الخ۔(45)

ہم دیکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس آرٹیکل میں عورت کی تکریم واحترام کی تاکید فرمائی ہے۔اسی موضوع کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنے خطبے میں اشارہ فرمایا۔ عمرو بن احوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے گواہی دی کہ وہ حجۃ الوداع میں حضور نبی اکرم ﷺ ساتھ تھے جب آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا، وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ، لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا، وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ». (46)

میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں، وہ تمہارے پاس مقید ہیں تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو، البتہ یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کی مرتکب ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو (اگر نہ مانیں) پھر ہلکی مار مارو پس اگر تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو، سن لو! تمہارے عورتوں پر اور عورتوں کے تمہارے ذمہ کچھ حقوق ہیں، تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو تمہارے ناپسندیدہ لوگوں سے پامال نہ کرائیں اور ایسے لوگوں کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو، تمہارے ذمہ ان کا یہ حق ہے کہ ان سے بھلائی کرو، عمدہ لباس اور اچھی غذا دو۔

(43)د. حمید اللہ: أقدم دستور (ص/111).

(44)ابن هشام: السيرة النبوية (292/2): قال ابن هشام: (ويقال الهدم الهدم يعني الحرمة أي ذمتي ذمتكم وحرمتي حرمتكم..)، الطبري: تاريخ الطبري (562/1).

(45)الواقدي: المغازي (515/1).

(46)الترمذي: السنن، كتاب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، (467/3)، رقم (1163).

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

دوسری طرف زمانۂ جاہلیت میں عورت کو کوئی مقام ومرتبہ حاصل نہ تھا۔ قرآن مجید دورِ جاہلیت میں عورت کے مقام ومرتبہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ٥٨ يَتَوَارَىٰ مِنَ ٱلْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ ۚ أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِى ٱلتُّرَابِ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾(47)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپا پھرتا ہے (بزعمِ خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے، (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے)، خبردار! کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

اہل عرب بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ بیٹے جنگوں میں ان کی مدد کرتے تھے۔ اور بیٹیوں کو ان کا حق بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ جیسے کہ حضرت عمر اللہ تعالی کے اس فرمان: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ﴾(48) اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔ کے بارے میں کہتے ہیں کہ: قیس بن عاصم حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بیشک میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیوں کو زندہ دفن کیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ایک کی طرف سے ایک گردن (غلام) آزاد کرو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ (میرے پاس غلام نہیں بلکہ) میرے پاس اونٹ ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایسے اونٹ کو ذبح کرو جیسا مکہ المکرمہ میں قربانی کیا جاتا ہے۔(49)

اسلام نے عورتوں اور مردوں کے مابین ان کے حقوق سے متعلق مساوات قائم کی جیسا کہ ابن عباس کی روایت سے ثابت ہے۔ ابن عباس حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

«سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ»(50).

اپنی اولادوں کے مابین تحفے دینے میں برابری رکھو، پس اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو عورتوں (بیٹیوں) کو فضیلت دیتا۔

ایک حکایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ بیٹی کے ساتھ کھیل رہے تھے اور وہ آپ کی ران پر بیٹھی تھیں۔ اس منظر کو بنی تمیم کا ایک شخص دیکھ رہا تھا۔ اُس

(47) النحل: الآیتان (58-59).
(48) التکویر، 8/81.
(49) القرطبی: الجامع لأحکام القرآن (233/19).
(50) الطبراني: المعجم الكبير (354/11)، رقم (11997). قال العسقلاني في فتح الباري: إسناده حسن (215/5).

ISSN: (2311-6552)
Published: November 11, 2025

نے حضور نبی اکرم ﷺ سے کہا: اللہ رب العزت کی قسم! میری اس طرح کی کئی بیٹیاں تھیں، میں نے اُنہیں مٹی میں دفن کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُسے فرمایا: اے پاک باز شخص! اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے سے بچو، بے شک بیٹی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ تم شقی القلب ہو، جو اس نعمت سے محروم ہو۔

عرب زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری میں عرب کے اِس جاہلانہ عمل کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اہل جاہلیت بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہوئے ایسا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ قبیح عمل کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی تھا۔ اُس کے کسی دشمن نے اُس پر حملہ کیا اور اُس کی بیٹی کو قیدی بنالیا، بعد ازاں اُسے اپنی بیوی بنالیا۔ پھر اُن دونوں کے درمیان صلح ہو گئی تو اُس نے اپنی بیٹی کو اختیار دیا کہ وہ اُس کے پاس واپس آنا چاہتی ہے یا اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، اُس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا۔ قیس نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ اب اُس کی جو بھی بیٹی پیدا ہو گی وہ اُسے زندہ دفن کر دے گا۔ اہل عرب نے بھی اُس کے اس عمل کی پیروی کی۔ اہل عرب میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو اپنی تمام اولاد کو قتل کر دیتا تھا۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہوتا تھا کہ وہ اُن کے مال میں کمی کا باعث بنے گی، یا اس کا سبب یہ تھا کہ اُن کے پاس اولاد پر خرچ کرنے لیے مال ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس عملِ قبیح قرآن مجید کی متعدد آیات میں بیان کیا ہے۔(51)

امام دارمی ایک اور روایت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ وَعِبَادَةِ أَوْثَانٍ، فَكُنَّا نَقْتُلُ الْأَوْلَادَ، وَكَانَتْ عِنْدِي بِنْتٌ لِي فَلَمَّا أَجَابَتْ، وَكَانَتْ مَسْرُورَةً بِدُعَائِي إِذَا دَعَوْتُهَا، فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا، فَاتَّبَعَتْنِي فَمَرَرْتُ حَتَّى أَتَيْتُ بِئْرًا مِنْ أَهْلِي غَيْرَ بَعِيدٍ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَرَدَّيْتُ بِهَا فِي الْبِئْرِ، وَكَانَ آخِرَ عَهْدِي بِهَا أَنْ تَقُولَ: يَا أَبَتَاهُ، يَا أَبَتَاهُ، فَبَكَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى وَكَفَ دَمْعُ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَحْزَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ: «كُفَّ فَإِنَّهُ يَسْأَلُ عَمَّا أَهَمَّهُ» ثُمَّ قَالَ لَهُ: «أَعِدْ عَلَيَّ حَدِيثَكَ» فَأَعَادَهُ، فَبَكَى حَتَّى وَكَفَ الدَّمْعُ مِنْ عَيْنَيْهِ عَلَى لِحْيَتِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ وَضَعَ عَنِ الْجَاهِلِيَّةِ مَا عَمِلُوا، فَاسْتَأْنِفْ عَمَلَكَ»(52).

یا رسول اللہ! ہم دور جاہلیت میں تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے، میری ایک بیٹی تھی، جب وہ بات سمجھنے لگی اور میری پکار سے خوش ہونے لگی تو ایک دن میں نے اسے بلایا، وہ میرے پیچھے پیچھے چلنے لگی، میں چلتے ہوئے اپنے عزیز کے ایک کنویں کے پاس آیا جو قریب ہی تھا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کنویں میں دھکا دے دیا، وہ ابا جان، ابا جان پکارتی رہی، یہی اس کے آخری کلمات تھے، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں، آنسو بہنے لگے، رسول اللہ ﷺ کے ہم نشین حضرات میں سے ایک نے کہا: تم نے اللہ کے رسول کو رنجیدہ کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

([51])الطبري: تفسير الطبري(72/30)، الآلوسي: شهاب الدين السيد محمود البغدادي. روح المعاني(53/30)، دار إحياء التراث العربي-بيروت. البيهقي: السنن الكبرى(116/8)، ابن حجر العسقلاني: فتح الباري، (406/10)، العيني: عمدة القاري(87/22).

([52])الدارمي: السنن، (14/1)، القاري: مرقاة المفاتيح(292/1).

ٹھہرو،اس نے اُسی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے جو اُس کے لیے اہم ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اُسے فرمایا: ''اپنا قصہ دوبارہ سناؤ''، اُس شخص نے پھر کہہ سنایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آنسو جاری ہو کر ریش مبارک کو تر کر گئے پھر آپ ﷺ نے ان کے لیے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں اس لیے اب اچھے کام شروع کر دو۔

یہ آرٹیکل واضح طور پر معاشرے میں عورت کے عزت واحترام پر دلالت کرتا ہے۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کو اس کے اہلِ خانہ اور خاندان کی اجازت کے بغیر پناہ دے تاکہ ریاستِ مدینہ میں کوئی شخص اُسے اکیلا سمجھ کر اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی یا دست اندازی کا ارتکاب نہ کر سکے۔ خواتین کے تقدس کا تحفظ اخلاقی اقدار دستورِ مدینہ میں انسانی حقوق کے حصول کا ایک اہم حصہ تھا۔

اَجل علمائے متقدمین جنہوں نے آرٹیکل نمبر 51 کی شرح کی ہے، اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بے شک 'حُرْمَۃٌ' کے کلمہ کا معنیٰ 'عورت' ہے۔ اسی آرٹیکل کی شرح اور اس پر تعلیق کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا ہے: بے شک حرمت کے کلمہ کا معنیٰ 'خاندان' یا 'قبیلہ' ہے۔ آپ نے مشہور کتبِ لغت کے مصنفین سے استدلال کرتے ہوئے یہ معنیٰ اخذ کیا ہے؛ جیسا کہ ابن منظور افریقی کی لسان العرب، اور علامہ زبیدی کی تاج العروس سے کلمہ 'حرمۃ' کے معانی و شرح بیان کرتے ہوئے اِن کتب سے استفادہ کیا ہے۔

اِس آرٹیکل کا شیخ الاسلام کی تشریح کے مطابق مفہوم یہ ہوا کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی کو پناہ دینے کا حق دینے سے منع کیا ہے، خواہ کوئی فرد ہو، یا خاندان یا قبیلہ۔ جو کسی خاندان یا قبیلہ کا ہمسائیہ ہو، اُن کے ہاں اجازت کے بغیر پناہ لینے کو غیر شرعی امر قرار دیا ہے۔ یہ بنیادی دستور اس بات کا بھی فائدہ دیتا ہے جس کا نتیجہ اس آرٹیکل سے اَخذ ہوتا ہے کہ کسی کو پناہ دینے کا حق؛ خواہ کوئی فرد، قبیلہ یا خاندان ہو جو کسی خاندان یا قبیلہ کا پڑوسی ہو اُس کا بتائے بغیر پناہ دینا غیر شرعی اَمر ہے۔ اسی وجہ سے کسی فرد، خاندان، قبیلہ یا مملکت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی قبیلہ یا خاندان کو بتائے بغیر پناہ دے خواہ حالات جیسے بھی ہوں۔

حقیقت میں وہ موقف جس پر شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے اس موضوع پر اپنے نظریہ کی بنیاد رکھی ہے وہ درست ہونے کے زیادہ قریب ہے اور زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ یہ موقف معاصر سیاسی نظریات میں پناہ دینے کے حق سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے، جو خاندان، قبیلہ یا پڑوسی ملک سے متعلق ہوں جس میں خاندان یا قبیلے کی طرف سے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں جنہوں نے کسی ایک کو یا زیادہ افراد کو اجرت/مزدوری پر رکھا ہے۔ اس اِقدام سے دو قبیلوں، خاندانوں یا دو ملکوں کے درمیان تصادم، اختلاف اور بدامنی کی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اپنے پڑوس میں پناہ کا حق دینے سے پہلے اس سلسلے میں

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 11, 2025

خاندان، قبیلے یا پڑوسی ملک سے منظوری حاصل کرنا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا نظریہ اور موقف کی توضیح کے سلسلے میں قدیم علماء کی رائے اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی طرف سے دنیا کے مختلف ممالک کو درپیش موجودہ سیاسی مسائل کے تناظر میں اپنائے گئے وسیع تر موقف کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں مختلف پناہ گزینوں کے مسائل اور موجودہ درپیش چیلنجز اور اس سلسلے میں تحفظ، سلامتی اور امن کی فراہمی کے لیے اقدامات کرنا شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ ہی سب سے بہتر علم رکھتے ہیں۔

6۔ مذہبی آزادی اور بین المذاہب رواداری کے دستوری تقاضے

آرٹیکل نمبر 56 میں ہے:

«إِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّيْنِ»(53).

بجز اس کے کہ کوئی اپنے دین و مذہب (کی آزادی اور حفاظت) کے لیے جنگ کر رہا ہو۔

مسلمانوں کی وہ جنگیں جو اشاعتِ اسلام اور فروغِ دین کی غرض سے ان دشمنانِ دین سے لڑی جائیں جو ان کے ساتھ دینی و مذہبی جنگیں لڑتے ہیں، اُن جنگوں میں آئین کے دیگر حلفاء پر مسلمانوں کی دعوت قبول کرنا اور جنگ میں اُن کی مدد کرنا لازم نہ ہوگا۔ لہٰذا معاہدہ میں شریک ہر فریق اپنی دینی و مذہبی جنگ انفرادی طور پر لڑے گا اور وہ معاہدہ میں شریک دیگر فریقین سے اس سلسلے میں مدد طلب نہیں کرے گا۔ یعنی دینی جنگوں میں کسی بھی فریق کی طرف سے امن و سلامتی کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی۔ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ یہود کی اس وقت مدد کریں جب وہ نصاریٰ وغیرہ کے ساتھ اپنی دینی و مذہبی جنگ لڑ رہے ہوں۔

یہ آرٹیکل دینی و مذہبی آزادی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ معاہدات میں مشارکت ریاست کے دفاع کے لیے ہے۔ بہر حال جہاں تک عقیدہ یا مذہب کی حدود کی بات ہے تو ہر ایک اپنے میدان میں آزاد ہے۔ یہ آرٹیکل آزادی کی عظمت اور تمام ادیان و مذاہب کے احترام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ آرٹیکل اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ باوجودیکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے رسول کی حیثیت سے دستورِ مدینہ وضع کیا اور اسلامی ریاست قائم کی لیکن آپ ﷺ نے اپنے مخالفین جن کا تعلق دستورِ مدینہ سے ہے اُن پر مذہبی جنگ میں شریک ہونا لازمی قرار نہیں دیا۔ یہ امر حقِ آزادیِ رائے اور مذہبی آزادی کا آئینہ دار ہے۔(54)

---

(53) ابن هشام، السيرة النبوية، 35/3، والسهيلي، الروض الأنف، 243/4، وابن سيد الناس، عيون الأثر، 228/1، وابن كثير، البداية والنهاية، 226/3، والصالحي، سبل الهدى والرشاد، 556/3.

(54) Arent Jan Wensink, Muhammad and the Jews of Medina, p. 60.

- Julius Wellhausen: (Muhammad’s Constitution of Medina), pp. 72–73.
- W. Montgomery Watt, Muhammad at Medina, p. 225.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published: November 11, 2025

سارجنٹ نے اس آرٹیکل میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ آرٹیکل دین کو ان تمام قومی معاہدوں اور اُن کے دائرے سے الگ کرتا ہے۔(55)

یہ آرٹیکل ریاست کے دفاع، حفاظت، امن وسلامتی کے قیام اور دستورِ مدینہ کے احترام کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ البتہ دین کے بارے میں صوبے اور ہر اکائی اپنے معاملات کی ذمہ دار ہے حتیٰ کہ تمام کو اپنے مذہبی جھگڑے اور اختلافات ختم کرنے کی آزادی اور ذمہ داری ہے کہ اپنی برادری اور صوبے کو ایسے مذہبی اختلافات وتنازعات سے دور رکھیں جو معاشرے کی تباہی کا سبب بنتے ہیں، اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی گروہ کو مذہبی اعتبار سے ایک دوسرے سے مدد مانگنے سے منع فرمایا بلکہ انہیں اس پر پابند کیا کہ وہ ریاستِ مدینہ پر حملہ کرنے والے کا مقابلہ شانہ بہ شانہ ڈٹ کر کریں گے نہ کہ دین پر حملہ کرنے والے کا۔(56)

اس بنیاد پر نبی اکرم ﷺ ریاست کی تشکیل کو دین کی تشکیل کے عمل پر مقدم رکھا تاکہ کسی بھی امر میں کوئی تباہی وبربادی واقع نہ ہو۔ یہ آرٹیکل امت و قوم کے تمام گروہوں کے مابین عدل وانصاف کے یقینی نفاذ پر بھی دلالت کرتا ہے۔

7۔ مذکورہ معاہدہ سے اخذ ہونے والے نکات کا خلاصہ

1 غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے تمام حقوق سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہے۔
2۔ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے دینی امور کی انجام دہی مکمل آزادی کے ساتھ کریں۔
3۔ اسلامی ریاست کے فرائضِ منصبی میں ہے کہ وہ ان کے جان ومال کی حفاظت کرے۔
4۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کے اختیار میں ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیتوں کو تنظیمی عہدوں پر ریاست میں امن واستقرار قائم کرنے کے لیے فائز کرے۔
5۔ ان کے مقدس مقامات کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے دستورِ مدینہ میں یہود کے قبائل کا علیٰحدہ علیٰحدہ ناموں کے ساتھ ذکر کیا۔ انہیں ایک گروہ کی شکل میں بیان نہیں کیا جیسے مسلمانوں کے مختلف قبائل کو اسلام کے تعلق اور نسبت کے ساتھ ایک گروہ ''مسلم'' کے ساتھ بیان فرمایا۔ یہودی قبائل کو الگ الگ ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا تاکہ ہر قبیلے کی اپنی شناخت ہو اور وہ اپنے تمام افعال وامور کا ذمہ دار ہو۔ اگر اپنے امور میں کوتاہی کرے تو اس کا محاسبہ کیا جاسکے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا وہ واقعہ کہ جب یہود نے عہد شکنی کی اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر قبیلہ کو الگ الگ سزا دی، اس امر کی تائید کرتا ہے۔ یہود کی آپس کی لڑائیوں کی وجہ سے اُن کو فرداً فرداً بیان کرنے کی حکمت کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(55) R.B.Serjeant: The Sunnah Jami'ah, Pact with the Yathrib Jews, pp. 37, 38.
(56) Michael Lecker: The "Constitution of Medina" (Muhammad's First Legal Document), pp. 177–178.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published: November 11, 2025

﴿لَا يُقَـٰتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَآءِ جُدُرٍۭ ۚ بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ... ﴾(57)

وہ (مدینے کے عہد شکن یہود اور منافقین) سب مل کر (بھی) تم سے جنگ نہ کر سکیں گے سوائے قلعہ بند شہروں میں یا دیواروں کی آڑ میں، اُن کی لڑائی اُن کے آپس میں (ہی) سخت ہے، تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالاں کہ اُن کے دل باہم متفرق ہیں، یہ اس لیے کہ وہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔...

حاصل بحث

دستورِ مدینہ ایک ہمہ جہت اور بصیرت افروز تاریخی دستاویز ہے، جس نے ریاستِ مدینہ کی بنیاد صرف سیاسی و قانونی اصولوں پر نہیں بلکہ عدل، مساوات، رواداری اور باہمی احترام جیسے اعلیٰ اخلاقی اقدار پر رکھی۔ اس نے مختلف مذاہب، قبائل اور معاشرتی طبقات کو ایک جامع سماجی معاہدے کے تحت یکجا کیا، جو اس امر کا ثبوت ہے کہ اسلام کا پیغام محض عبادات تک محدود نہیں، بلکہ ایک جامع، پُرامن اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دینے کا داعی ہے۔

یہی وہ اصول ہیں جن کی بنیاد پر دستورِ مدینہ نے معاشرتی امن، مذہبی آزادی، انسانی حقوق، اور اقلیتوں کے تحفظ کو آئینی حیثیت دی۔ آج جب دنیا مذہبی منافرت، نسلی تعصب اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی جیسے سنگین مسائل سے دوچار ہے، تو دستورِ مدینہ ایک ایسا قابل تقلید ماڈل فراہم کرتا ہے جو بین المذاہب ہم آہنگی، قانون کی بالادستی اور پُرامن بقائے باہمی کو یقینی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

لہٰذا، دستورِ مدینہ کا تجزیاتی مطالعہ نہ صرف اسلامی تاریخ و سیاسیات کے شعور میں اضافہ کرتا ہے بلکہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ عالمی چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایک مضبوط فکری اور عملی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ آج کی علمی، تحقیقی اور پالیسی سازی کی دنیا میں یہ دستاویز ایک قیمتی اور قابل تقلید ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مصادر و مراجع

1 - ابن الأثیر: أبوالحسن علي بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیباني الجزري. الکامل في التاریخ. دار الکتب العلمیة، بیروت، 1415ھ، الطبعة: ط2.
2 - ابن الأثیر: أبوالسعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیباني جزري (544ھ-606ھ/1149ء-1210ء). النهایة في غریب الحدیث والاثر. بیروت، لبنان: المکتبة العلمیة، 1399ھ/1979ء.
3 - ابن الأثیر: منال الطالب في شرح طوال الغرائب، حدیث کتاب قریش والأنصار.

(57) سورة الحشر: (الآية 15-14): القرطبي، الجامع لأحكام القرآن- (36/18): قال: (قال ابن عباس: يعني به قينقاع؛ أمكن الله منهم قبل بني النضير. وقال قتادة: يعني بني النضير؛ أمكن الله منهم قبل قريظة. مجاهد: يعني كفار قريش يوم بدر. وقيل: هو عام في كل من انتقم منه على كفره قبل بني النضير من نوح إلى محمد ﷺ. ومعنى «وبال جزاء كفرهم. ومن قال: هم بنو قريظة، جعل «وبال أمرهم نزولهم على حكم سعد بن معاذ؛ فحكم فيهم بقتل المقاتل وسبي الذرية. وهو قول الضحاک. ومن قال المراد بنو النضير قال: «وبال أمرهم الجلاء والنفي. وكان بين النضير وقريظة سنتان. وكانت وقعة بدر قبل غزوة بني النضير بستة أشهر، فلذلک قال: «قريبا وقد قال قوم: غزوة بني النضير بعد وقعة أحد..).

4 - ابن القيم الجوزية: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب الزرعي(691ھ-751ھ). زاد المعاد في هدي خير العباد. بيروت، لبنان: مؤسسة الرساله 1407ھ/1986ء

5 - ابن القيم الجوزية: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب الزرعي(691ھ-751ھ). أحكام أهل الذمة. رمادى للنشر - دار ابن حزم - الدمام - بيروت - 1418ھ/1997ء،الطبعة:الأولى.

6 - ابن تيمية: أحمد بن عبدالحليم بن عبدالسلام حراني. الصارم المسلول علي شاتم الرسول. بيروت، لبنان: دارابن حزم، 1417ھ،الطبعة الأولى.

7 - ابن حبان: أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد بن حبان التيمي البستي(270ھ-354ھ/884ء-965ء). الصحيح. بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، 1414ھ/1993ء.

8 - ابن سعد: أبوعبدالله محمد(168ھ-230ھ/784ء-845ء). الطبقات الكبرى. بيروت، لبنان: دار بيروت للطباعة والنشر، 1398ھ/1978ء.

9 - ابن سيد الناس: أبو الفتح محمد بن محمد بن أحمد ابن سيد الناس اليعمري الربعي (734ھ). عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير. بيروت، لبنان: دار القلم، 1414ھ/1993م.

10 - ابن شبة: أبوزيد عمر بن شبة النميري البصري. أخبار المدينة. دارالنشر: دارالكتب العلمية-بيروت- 1417ھ/1996ء.

11 - ابن قدامة: أبو محمد موفق الدين عبدالله بن أحمد بن قدامة المقدسي(541ھ-620ھ). المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني. بيروت، لبنان: دارالفكر، 1405ھ.

12 - ابن كثير: أبوالفداء إسماعيل بن عمر بن كثير بن ضوء بن كثير بن زرع بصروي(701ھ-774ھ/1301ء-1373ء). البداية والنهاية. بيروت، لبنان: دار الفكر، 1419ھ/1998ء.

13 - ابن ماجه: أبوعبدالله محمد بن يزيد قزويني(209ھ-275ھ/824ء-887ء). السنن. بيروت، لبنان: دارالكتب العلمية، 1419ھ/1998ء.

14 - ابن منظور: أبو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم بن علي بن أحمد بن أبي قاسم بن حبقه الأفريقي المصري (630ھ-711ھ/1232ء-1311ء). لسان العرب، 2003ء. القاهرة، دارالحديث.

15 - ابن هشام، أبو محمد عبدالملك الحميري(213ھ/828ء). السيرة النبوية. بيروت، لبنان: دارالجيل، 1411ھ.

16 - أبو داود: سليمان بن أشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد الأزدي السجستاني (202ھ-275ھ/817ء-889ء). السنن. بيروت، لبنان: دار الفكر، 1414ھ/1994ء.

17 - أبوعبيد القاسم بن سلّام(154ھ-224ھ). كتاب الأموال. بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤٠٨ھ/1988م.

18 - أبوعبيد القاسم بن سلام. غريب الحديث. دار الكتاب العربي-بيروت- 1396ھ،الطبعة:الأولى.

19 - البخاري، أبوعبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن مغيرة(194ھ-256ھ/810ء-870ء). الصحيح. بيروت، لبنان: دارابن كثير، اليمامة، 1407ھ/1987ء.

20 - بلاذري: أحمد بن يحيي بلاذري. فتوح البلدان. بيروت، لبنان: دارالكتب العلمية.

21 - التّرمذي: أبوعيسيٰ محمد بن عيسيٰ بن سورة بن موسيٰ بن الضحاک السلمي(210ھ-279ھ/825ء-892ء). السنن. بيروت، لبنان: دارالغرب الاسلامي، 1998ء.

22 - حميد بن زنجويه: حميد بن مخلد بن قتيبة الأزدي الخراساني (٢٥١ھ). كتاب الأموال. الرياض، المملكة العربية السعودية: مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، 1406ھ/1986ء.

23 - الدارقطني: أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن نعمان (306ھ-385ھ/918ء-995ء). السنن. بيروت، لبنان: دار المعرفة، 1386ھ/1966ء.

24 - الدارمي: أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمن(181ھ-255ھ/797ء-869ء). السنن. بيروت، لبنان: دارالكتاب العربي، 1407ھ.

25 - الزمخشري: الفائق في غريب الحديث والأثر. دارالمعرفة، لبنان.

26 - السمهودي: نورالدين أبوالحسن علي بن أحمد المصري(م911ھ). وفاء الوفا باخبار دار المصطفى ﷺ. مصر: مطبعة السعاده، 1373ھ/1954ء.

27 - السهيلي: أبو قاسم عبدالرحمن بن عبدالله بن أحمد أبي حسن الخثعمي(508ھ-581ھ). الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية لابن هشام. دارالفكر، الطبعة 2008ء.

28 - الصالحي: أبوعبدالله محمد بن يوسف بن علي بن يوسف الشامي(م942ھ/1536ء). سبل الهدى والرشاد. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية،1414ھ/1993ء.

29 - الصنعاني: محمد بن إسماعيل أمير (773ھ-852ھ). سبل السلام شرح بلوغ البرام. بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربي، 1379ھ.

30 - الطبراني: أبوالقاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطيرا اللخمي. المعجم الكبير. موصل، عراق: مطبعة الزهراء الحديثة.

31 - الطبري: أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد. جامع البيان في تفسير القرآن. بيروت، لبنان: دار المعرفة،1400ھ/1980ء.

الطبري: تاريخ الأمم والملوک،

32 - عبدالعزيز بن إدريس. مجمع المدينة في عهد الرسول. عمادة شئون المكتبات، جامعة ملك سعود،1982م.

33 - العمري: د/، أكرم ضياء. المجتمع المدني في عهد النبوة. المملكة العربية السعودية الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، المجلس العلمي، إحياء التراث، الطبعة الأولى،1983م.

34 - العيني: عيني، بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين بن يوسف بن محمود(762ھ-855ھ/1361ء-1451ء). عمدة القاري. بيروت، لبنان: دار الفكر،1399ھ/1979ء.

35 - القرطبي: أبوعبدالله محمد بن أحمد بن محمد بن يحيى بن مفرج أموي(284ھ-380ھ/897ء-990ء). الجامع لأحكام القرآن. بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربي.

36 - الكرمي: الإدارة في عهد الرسول ﷺ. ط دار السلام-القاهرة2006ء.

37 - ملا علي القاري: علي بن سلطان محمد. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح. دار الكتب العلمية-بيروت/لبنان- 1422ھ/2001م، الطبعة: الأولى.

38 - منير العضبان: المنهج التربوي للسيرة النبوية (التربية القيادية). ط: دار الوفاء، المنصورة،1998ء.

39 - النسائي، أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار الخراساني (215ھ-303ھ/830ء-915ء). السنن الكبرى. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية،1411ھ/1991م.

40 - الواقدي: محمد بن عمر بن واقد(130ھ-206ھ). كتاب المغازي. بيروت، لبنان: نشر دانش اسلامی،1405ء.

41 - Barakat Ahmad, Muhammad and the Jews (A Re- Examination), Vikas Publishing House, Pvt. Ltd., New Delhi, 1975.

Encyclopedia Judaica, vol.11, Col.121 puts the no of Jews in Medina between 8,000 to 10,000, which is understatement and not supported by Barakat Ahmad.

42 - Encyclopedia Judaica, vol.11, Col.121 puts the no of Jews in Medina between 8,000 to 10,000, which is understatement and not supported by Barakat Ahmad.

43 - Julius Wellhausen, Arent Jan Wensink, Muhammad and the Jews of Medina (With an Excursus Muhammad's Constitution of Medina), 2nd Edition, 1982.

44 - Julius Wellhausen, Arent Jan Wensink, Muhammad and the Jews of Medina (With an Excursus Muhammad's Constitution of Medina), 2nd Edition, 1982.

45 - Julius Wellhausen, *Muhammad's Constitution of Medina*.

46 - Michael Lecker, The Constitution of Medina (Muhammad's First Legal Document).

47 - Mohammad Ali Nasir Homoud, *Diplomacy In Islam (Diplomacy during the period of Prophet Muhammad)*, Print well (Jaypur, India), 1994.

48 - R.B.Serjeant, *The Sunnah Jami'ah, Pact with the Yathrib Jews*.

49 - W. Montgomery Watt, Islamic Political Thought, Edinburgh University Press, 2007.

50 - W. Montgomery Watt: Muhammad at Medina.